مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی

مشرقِ وسطیٰ کے حالات اور اپنی حالت پر ایک نظر

سعودی اور کویتی حکومت نے دنیائے اسلام کے اندر مساجد کی تعمیر مدارس و مکاتب کی آبادی اور اسلام کے نام پر دوسری مختلف سرگرمیوں میں اس قدر روپیہ بہایا ہے کہ ان کے خلاف کوئی سخت بات کہتے ہوئے تامل ہوتا ہے۔ مگر جب جب اور جہاں جہاں روپیہ بہنے کا یہ منظر نظر پڑتا تھا یہ سوچ کر ہمیشہ ہی دُکھ لگتا تھا کہ ان دونوں نے امریکہ اور برطانیہ کو جس قدر خطرناک حد تک اپنے یہاں دخیل بلکہ حاوی ہونے کا موقع دے دیا ہے ان کی یہ نیکیاں اس کی روک تھام کی راہ روکتی چلی جارہی ہیں۔ تمام دینی مراکز، اپنی جمعیت اور دینی اشخاص کا جب مرجع یہ حکومتیں بنی ہوئی ہیں تو کون ان کو اس مغربی اثر و رسوخ پر ٹوکے گا اور کوئی ٹوکے گا تو کون اس کی بات پر اس صورتحال میں کان دھرے گا؟ اپنی کوتاہ نظری کہہ لیجئے کہ اس سوچ اور ڈر میں کبھی خیال ایسی صورت پیش آنے تک نہیں گیا تھا جیسی صورت اس امریکی برطانوی اثر و رسوخ کے نتیجے میں ان دنوں وہاں رونما ہوئی ہے میرا دل کسی طرح یہ گمان کرنے کو تیار نہیں کہ سعودی حکمران شاہ فہد نے اپنی مرضی اور اختیار سے امریکہ اور برطانیہ کو دعوت دی کہ وہ ان کی مملکت کو عراق سے بچانے کے لئے اپنی فوجیں لے کر آجائیں۔ اس کے بجائے یہ ماننا آسان نظر آتا ہے، اور یہی حقیقت بھی نظر آتی ہے کہ انہوں نے امریکہ اور برطانیہ خاص کر امریکہ پر انحصار کرتے کرتے اپنے آپ کو اس پوزیشن میں نہیں چھوڑا تھا کہ کسی وقت امریکہ اگر ان سے کوئی بات منوانے کا تہیہ کر لے تو پھر وہ اس کی مزاحمت کر سکیں۔

چنانچہ اس موقع پر یہی ہوا ہے۔ جس کسی نے بھی ٹی وی پر شاہ فہد کو اپنا وہ بیان پڑھتے ہوئے دیکھا ہوگا جس میں وہ امریکی فوجیں اترنے کے دوسرے دن کہہ رہے تھے کہ یہ فوجیں ہماری دعوت پر آئی ہیں تو اس وقت نہ ان کی آنکھ اٹھ رہی تھی نہ آواز نکل رہی تھی۔

سچ بات یہ ہے کہ ہمیں ان سے انتہائی ہمدردی ہے انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنی دینی فیاضیوں کے ساتھ ساتھ کس سیاسی راہ پر جارہے ہیں اور بات کہاں پہنچے گی اور اس لئے وہ ایک مسلمان ہی کی طرح غمگین اور شرمندہ ہوئے ہوں گے جب انہیں یہ ناکردنی بات کرنا پڑی ہوگی کہ ایک دینی رنگ کی حکومت کے سربراہ ہوتے ہوئے اور خادم الحرمین الشریفین کا لقب رکھتے ہوئے وہ اس جزیرۂ عرب میں امریکی اور برطانوی افواج کی میزبانی کے لئے مجبور ہو رہے ہیں جس کے لئے اس جزیرے کے حقیقی اور ابدی شاہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم آخری اور قطعی حکم فرما کر گئے تھے کہ

اَخرِجُو الیَہُودَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیرَۃِ العَرَب

(جزیرہ عرب و یہود و نصاریٰ سے بالکل پاک کر دینا)

ہو سکتا ہے شاہ فہد کو اپنی اس "مجبوری" میں کوئی جواز (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالی کے باوجود) یہودی و نصرانی افواج کی میزبانی کا نظر آتا ہو۔ مگر اپنے ہمدردانہ نقطۂ نظر کے باوجود موجودہ نوعیت کی مجبوری تو در کنار اگر عراق نے سعودی عرب پر حملہ بھی کر دیا ہوتا یا سچ مچ حملے کا خطرہ بھی ہوتا تب بھی ان افواج کی دعوت کو کوئی جواز تلاش کرنے کی چیز نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالی کے بعد کوئی مجبوری نہیں ہے جو اس کا جواز پیدا کر کے دے سکتی ہو۔ اور وہ ارشاد تو ارشاد عالی ہے پادشاہت کو یا خادم الحرمین کو بھی یہ بات زیب کہاں دیتی ہے کہ اپنے وجود یا اپنے شرف کی حفاظت کے لئے غیر کی دریوزہ گری کی جائے۔

پادشاہت اور وہ بھی اسلامی پادشاہت اس کے تیور تو کچھ یوں سنے گئے ہیں۔

خریدیں نہ جس کو ہم اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشائی

مَرا از شکستن چناں عار ناید
کہ از دیگراں خواستن مومیائی

بہرحال یہ گمان کرنے کے باوجود کہ سعودی خاندان نے اپنی آزادانہ مرضی اور خوشی سے یہ کام نہیں کیا ہوگا یہ حادثہ سقوط بیت المقدس سے کم نہیں ہے اور اسے خاموشی کے ساتھ

برداشت کر لیا جانا ممکن نہیں پس چہ باید کرد؟ پس ہونا کیا چاہیئے یہ وہ سوال ہے کہ جو کمر توڑ دیتا ہے عالم اسلام میں کون بچا ہے جو امریکہ یا سعودی عرب کا ممنون احسان نہیں ہے۔ آواز کہاں سے اٹھے گی؟ دنیائے اسلام کے حکمران تقریباً متفق ہو رہے ہیں کہ حقیقی علامتی شکل میں امریکہ کے ساتھ اپنی شرکت قبول کر کے یہودیت اور نصرانیت کے اعتراض کو ہلکا کیا جائے۔ سیاسی حکمرانوں کے بعد مذہبی حکمران رہ جاتے تھے۔ یعنی علماء دینی قائدین دینی جماعتیں دینی مراکز ان میں سے ایک طبقے کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے جو بری طرح سعودی اور کویتی حکومت اور شیوخ کے احسانات سے دبا ہوا ہے۔ ایک طبقہ اپنے مذہبی اختلاف کی بناء پر بحیثیت مجموعی اس زمرے سے خارج تھا۔ وہ آواز اٹھانے کے لئے کچھ اٹھتا نظر آ رہا ہے۔ مگر افسوس ان میں کوئی یہ سوچنے والا نہیں کہ یہ اپنے خاص مذہبی بخار کے ساتھ حرکت میں آنے کا موقع نہیں ہے۔ بے شک بخار نکالنے کا بہت ہی اچھا موقع ہے لیکن یہ اس موقع کا بہت ہی برا اور نامبارک استعمال ہو گا۔

کچھ دوستوں کو شکایت ہوگی کہ میں نے صدام حسین کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ تو واقعہ یہ ہے کہ موجودہ صورتحال میں جبکہ فریق ثانی خلیجی ریاستوں کے بجائے امریکہ اور برطانیہ بن گئے ہیں، صدام حسین سے یہ کہنے کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی کہ اس نے کویت پر حملہ اور قبضہ کرنے کی غلطی کی تھی۔ اس کا ازالہ کر کے عالمِ اسلام پر سے امریکی اور برطانوی بلا کو ٹال دے۔ ایسا کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ صدام حسین امریکہ اور برطانیہ کی ناجائز مداخلت کے آگے گھٹنے ٹیک دیں۔ اور اس طرح اس کا جواز تسلیم کرلیں۔ میں چاہوں گا صدام حسین تباہ ہو جائیں مگر اس کا جواز تسلیم نہ کریں۔ اور یہی میری دعا ہے۔ کویت بہت چھوٹا مسئلہ ہے۔ بڑے مسئلے کے بعد ہی اس کی طرف توجہ کی جاسکتی ہے۔

چک والی فتنہ کے جواب میں

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت شمارہ جون 1990ء میں ناقدین صحابہ کرام کے جدید فرقے "چک والی فتنہ" کے جواب میں محقق اہلِ سنت حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدین (درویش) کا ایک وقیع علمی مقالہ شائع ہوا تھا۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع کے ساتھ ساتھ چک والی فتنہ کے مدار الہام کی خوب خبر لی گئی تھی۔ لیکن گزشتہ کچھ ماہ سے بانی فرقہ قاضی مظہر چک والی صاحب کی طبیعت پھر ناساز ہے۔ اور انہوں نے اپنے فرقہ کے ترجمان ——— "حق چار یار" ——— میں قسط وار جمائیاں اور انگڑائیاں لینی شروع کی ہیں۔ اور اس گھاس پھوس کے مجموعے کو قاضی شمس الدین صاحب مدظلہ کا جواب تصور کیا جارہا ہے۔ حالانکہ چک والی صاحب نہ تو کسی حوالہ کو رد کرسکے۔ اور نہ کوئی معقول دلیل قائم کرسکے کہ عقل خدا داد چیز ہوتی ہے۔ قارئین خبردار رہیں، جونہی "چک والی جگالی"۔ آخری ہچکی لے گی، قاضی شمس الدین صاحب مدظلہ کا مدلل جواب نقیب ختم نبوت میں شائع کیا جائے گا۔ (ادارہ)